سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃِ

سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ اَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّ فِیْھَا رُکُوْعَانِ

سورۂ قیامت مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ۝۱ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ ۝۲ اَیَحْسَبُ

قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں جی کی کہ جو ملامت کرے برائی پر کیا خیال رکھتا ہے

الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ ۝۳ بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ

آدمی کہ جمع نہ کریں گے ہم اس کی ہڈیاں کیوں نہیں ہم ٹھیک کر سکتے ہیں اُس کی

بَنَانَہٗ ۝۴ بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ ۝۵ یَسْـَٔلُ اَیَّانَ یَوْمُ

پوریاں بلکہ چاہتا ہے آدمی کہ ڈھٹائی کرے اسکے سامنے پوچھتا ہے کب ہوگا دن

الْقِیٰمَۃِ ۝۶ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝۷ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝۸ وَجُمِعَ الشَّمْسُ

قیامت کا پھر جب چندھیانے لگے آنکھ اور گہ جائے چاند اور اکٹھے ہوں سورج

وَالْقَمَرُ ۝۹ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَىِٕذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ۝۱۰ کَلَّا لَا وَزَرَ ۝۱۱

اور چاند کہے گا آدمی اُس دن کہاں چلا جاؤں بھاگ کر کوئی نہیں کہیں نہیں ہے بچاؤ

اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَىِٕذِۣ الْمُسْتَقَرُّ ۝۱۲ یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ

تیرے رب تک ہے اُس دن جا ٹھہرنا جتلا دیں گے انسان کو اُس دن جو اُس نے آگے بھیجا

وَاَخَّرَ ۝۱۳ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ ۝۱۴ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ ۝۱۵

اور پیچھے چھوڑا بلکہ آدمی اپنے واسطے آپ دلیل ہے اور پڑا لا ڈالے اپنے بہانے

لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ ۝۱۶ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ ۝۱۷

نہ چلا تو اُسکے پڑھنے پر اپنی زبان تاکہ جلدی اسکو سیکھ لے، وہ تو ہمارا ذمہ ہے اسکو جمع رکھنا تیرے سینہ میں اور پڑھنا تیری زبان سے

فَاِذَا قَرَاْنٰہُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ ۝۱۸ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ ۝۱۹ کَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ

پھر جب ہم پڑھنے لگیں فرشتہ کی زبانی تو ساتھ رہ اسکے پڑھنے کے، پھر مقرر ہمارا ذمہ ہے اسکو کھول کر بتلانا، کوئی نہیں پر تم چاہتے ہو

الْعَاجِلَۃَ ۝۲۰ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَۃَ ۝۲۱ وُجُوْہٌ یَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَۃٌ ۝۲۲ اِلٰی

جو جلد آئے اور چھوڑتے ہو جو دیر میں آئے کتنے منہ اُس دن تازہ ہیں اپنے

رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ ۝۲۳ وَوُجُوْہٌ یَّوْمَىِٕذٍۭ بَاسِرَۃٌ ۝۲۴ تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ

رب کی طرف دیکھنے والے اور کتنے منہ اُس دن اُداس ہیں خیال کرتے ہیں کہ اُن پر

بِھَا فَاقِرَۃٌ ۝۲۵ کَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ ۝۲۶ وَقِیْلَ مَنْ سکتہ رَاقٍ ۝۲۷

وہ آئے جس سے ٹوٹے کمر ہرگز نہیں جس وقت جان پہنچے ہانس تک اور لوگ کہیں کون ہے جھاڑنے والا

وَّظَنَّ اَنَّہُ الْفِرَاقُ ۝۲۸ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝۲۹ اِلٰی رَبِّکَ

اور وہ سمجھا کہ اب آیا وقت جدائی کا اور لپٹ گئی پنڈلی پر پنڈلی تیرے رب کی طرف ہے

ع ۱ ۳۰ ۱۷ یَوْمَىِٕذِۣ الْمَسَاقُ ۝۳۰ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ۝۳۱ وَلٰکِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۝۳۲

اُس دن کھنچ کر چلا جانا پھر نہ یقین لایا اور نہ نماز پڑھی پھر جھٹلایا اور منہ موڑا

ثُمَّ ذَھَبَ اِلٰٓی اَھْلِہٖ یَتَمَطّٰی ۝۳۳ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ۝۳۴ ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ۝۳۵

پھر گیا اپنے گھر کو اکڑتا ہوا خرابی تیری خرابی پر خرابی تیری پھر خرابی تیری خرابی پر خرابی تیری

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی ۝۳۶ اَلَمْ یَکُ نُطْفَۃً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی ۝۳۷

کیا خیال رکھتا ہے آدمی کہ چھوٹا رہے گا بے قید بھلا نہ تھا وہ ایک بوند منی کی جو ٹپکی

ثُمَّ کَانَ عَلَقَۃً فَخَلَقَ فَسَوّٰی ۝۳۸ فَجَعَلَ مِنْہُ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ

پھر تھا لہو جما ہوا پھر اُس نے بنایا اور ٹھیک کر اٹھایا پھر کیا اسمیں جوڑا نر

ع ۲ ۱۰ ۱۸ وَالْاُنْثٰی ۝۳۹ اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی ۝۴۰

اور مادہ کیا یہ (خدا) زندہ نہیں کر سکتا مردوں کو

خُلاصۂ تفسیر

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے (یعنی نیکی کرکے یہ کہے کہ میں نے کیا کیا ہے اسمیں اخلاص نہ تھا، اسمیں فلانی خرابی رہ گئی تھی اور گناہ ہو جاوے تو بہت ہی نادم ہو۔ کذا فی الدر المنثور عن ابن عباس والحسن۔ پس اس معنی کے اعتبار سے یہ نفس مطمئنہ کو بھی شامل ہے اور جواب قسم محذوف ہے یعنی تم ضرور مبعوث ہوگے، اور ان دونوں قسموں کا مناسب مقام ہونا ظاہر ہے قیامت کا تو اسلئے کہ وہ ظرف ہے حشر و نشر کا اور نفس لوامہ کا اسلئے کہ ایسا نفس قیامت کی عملی تصدیق کرنے والا ہوتا ہے۔ آگے

منکرینِ بعث پر رَد ہے یعنی) کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے (انسان سے مراد کافر اور ہڈیوں کی تخصیص اسلئے کہ اصل عماد بدن یہی ہیں۔ آگے اس انکار کا جواب ہے یعنی) ہم ضرور جمع کریں گے (اور یہ جمع کرنا ہمکو کچھ دشوار نہیں) کیونکہ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پوریوں تک درست کردیں (پوریوں کی تخصیص ذکری دو وجہ سے ہے ایک یہ کہ یہ اطرافِ بدن ہیں اور تکمیل ہر شئے کے بننے کی اس کے اطراف پر ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارے محاورہ میں بھی ایسے موقع پر بولتے ہیں کہ میرے پور پور میں درد ہے یعنی تمام بدن میں۔ دوسرے یہ کہ پوریوں میں باوجود چھوٹی ہونے کے صنعت کی رعایت زیادہ ہے اور عادۃً یہ زیادہ دشوار ہے پس جو اس پر قادر ہوگا وہ آسان پہ بدرجہ اولیٰ قادر ہوگا لیکن بعضا آدمی قدرتِ الٰہیہ میں غور نہیں کرتا اور قیامت کا قائل نہیں ہوتا) بلکہ (ایسا) بعضا آدمی (قیامت کا منکر ہوکر) یوں چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی (بے خوف و خطر ہوکر) فسق و فجور کرتا رہے (اسلئے بطورِ انکار کے) پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئیگا (یعنی چونکہ اپنی تمام عمر معاصی و شہوات میں گزارنا طے کرچکا ہے اسلئے اس کو طلبِ حق کی نوبت ہی نہیں آتی کہ قیامت کا ہونا اسکو ثابت ہوا اسلئے انکار پر مصر ہے اور انکاراً پوچھتا ہے کہ کب آئے گی) سو جس وقت (مارے حیرت کے) آنکھیں خیرہ ہوجاویں گی (اور وجہ اس حیرت کی یہ ہوگی کہ جن اُمور کی تکذیب کرتا تھا وہ دفعتاً نظر آجاوینگے کذا فی الجلالین) اور چاند بے نور ہوجاوے گا اور (چاند کی کیا تخصیص ہے بلکہ) سورج اور چاند (دونوں) ایک حالت کے ہوجاوینگے (یعنی دونوں بے نور ہوجاویں گے) جیسا حدیث بخاری میں آیا ہے (تکوران و معنی کورت قال ابن عباس اظلمت، رواھا فی الدر المنثور سورۃ التکویر) اور چاند کو جدا بیان کرنا شاید اسلئے ہو کہ عرب کو بوجہ قمری حساب رکھنے کے اُسکا حال دیکھنے کا زیادہ اہتمام تھا) اس روز انسان کہے گا کہ اب کدھر بھاگوں (ارشاد ہوتا ہے کہ) ہرگز (بھاگنا ممکن) نہیں (ہوگا کیونکہ) کہیں پناہ کی جگہ نہیں (ہوگی) اس دن صرف آپ ہی کے رب کے پاس ٹھکانا (جانے کا) ہے (پھر خواہ جنت میں بھیجیں یا دوزخ میں اور رب کے سامنے جانے کے وقت) اس روز انسان کو اسکا سب اگلا پچھلا کیا ہوا جتلا دیا جائے گا (اور انسان کا اپنے اعمال سے آگاہ ہونا کچھ اس جتلانے پر موقوف نہ ہوگا) بلکہ انسان خود اپنی حالت پر (بوجہ انکشافِ ضروری کے) خوب مطلع ہوگا گو (باقتضائے طبیعت اس وقت بھی) اپنے حیلے (حوالے) پیش لاوے (جیسے کفار کہیں گے وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ، مگر دل میں خود بھی جانیں گے کہ ہم جھوٹے ہیں غرض انسان اپنے سب حال کو خوب جانتا ہوگا اسلئے جتلانا اعلام کے لئے نہ ہوگا بلکہ تنبیہ و اتمامِ حجت و قطعِ جواب کے لئے ہوگا اور) اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) یُنَبَّؤُا اور بَلِ الْاِنْسَانُ سے دو مضمون مستفاد ہوئے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کے عالم اور محیط ہیں۔ دوسرا یہ کہ حق تعالیٰ کی عادت ہے کہ جب حکمت مقتضی ہوتی ہے تو علومِ غائبہ کثیرہ کو ذہنِ مخلوق میں حاضر کردیتا ہے گو اُن علومِ غائبہ کا حاضر ہوجانا خلافِ عادتِ طبعی ہو جیسا کہ قیامت میں اسکا وقوع ہوگا جب یہ بات ہے تو آپ نزولِ وحی کے وقت جیسا کہ اب تک آپ کی عادت ہے اسقدر مشقت کہ سُنتے بھی ہیں، پڑھتے بھی ہیں،

دھیان بھی رکھتے ہیں محض اس احتمال سے کیوں برداشت کرتے ہیں کہ شاید کچھ مضمون میرے ذہن سے نکل جائے، کیونکہ جب ہم نے آپ کو نبی بنایا ہے اور آپ سے تبلیغ کا کام لینا ہے تو یہاں مقتضائے حکمت یہی ہوگا کہ وہ مضامین آپ کے ذہن میں حاضر رکھے جائیں اور ہمارا اس پر قادر ہونا تو ظاہر ہی ہے اسلئے آپ یہ مشقت برداشت نہ کیا کیجئے، اور جب وحی نازل ہوا کرے تو) آپ (قبل وحی ختم ہوچکنے کے) قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تاکہ آپ اُس کو جلدی جلدی لیں (کیونکہ) ہمارے ذمہ ہے (آپکے قلب میں) اُس کا جمع کردینا اور (آپ کی زبان سے) اسکا پڑھوا دینا (جب یہ ہمارے ذمہ ہے) تو جب ہم اُس کو پڑھنے لگا کریں (یعنی ہمارا فرشتہ پڑھنے لگا کرے) تو آپ (اپنے ذہن سے اور فکر سے ہمہ تن) اُس کے تابع ہوجایا کیجئے (یعنی اُدھر ہی متوجہ ہوجایا کیجئے اور اسکے دوہرانے میں مشغول نہ ہوا کیجئے کقولہ تعالیٰ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰٓی اِلَیْکَ وَحْیُہٗ الخ) پھر (آپ کی زبان سے لوگوں کے سامنے) اسکا بیان کرا دینا (بھی) ہمارے ذمہ ہے (یعنی آپ کو یاد کرا دینا اور آپ کی زبان پر جاری کرا دینا پھر تبلیغ کے وقت بھی اُسکا یاد رکھوانا اور لوگوں کے سامنے پڑھوا دینا یہ سب ہمارے ذمہ ہے اور یہ مضمون استطراداً آگیا تھا۔ آگے پھر عود ہے خطاب منکرین کی طرف یعنی) اے منکرو (انسان کا اعمالِ متقدمہ و متاخرہ پر مطلع کیا جانا قیامت میں ضرور ہے اور جیسا تم سمجھ رہے ہو کہ قیامت نہ ہوگی) ہرگز ایسا نہیں (اور نہ تمہارے پاس اس نفی کی کوئی دلیل ہے) بلکہ (صرف بات یہ ہے کہ) تم دُنیا سے محبت رکھتے ہو اور (اُس محبت میں منہمک ہوکر) آخرت (سے غافل ہو اور غفلت کے سبب اُس) کو چھوڑ بیٹھے ہو (بس بناء تمہاری اس نفی کی محض فاسد ہے سو قیامت ضرور ہوگی اور ہر ایک کو اُس کے اعمال پر مطلع کرکے اُن اعمال کے مناسب جزا ملے گی جس کی تفصیل یہ ہے کہ) بہت سے چہرے تو اس روز بارونق ہونگے اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہونگے اور بہت سے چہرے اس روز بدرونق ہونگے (اور وہ لوگ) خیال کر رہے ہونگے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا (یعنی اس کو عذاب شدید ہوگا۔ آگے دُنیا کی محبت پر زجر ہے کہ تم جو دُنیا کو محبوب اور آخرت کو متروک ہونے کے قابل سمجھ رہے ہو) ہرگز ایسا نہیں (کیونکہ دُنیا سے ایک روز مفارقت ہونیوالی ہے اور بالآخر آخرت میں جانا ہے جسکا بیان یہ ہے کہ) جب جان ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے اور (نہایت حسرت سے اُسوقت) کہا جاتا ہے (یعنی تیمار دار کہتے ہیں) کہ (ارے) کوئی جھاڑ (پھونک کرنے والا بھی ہے مراد مطلق معالج ہے چونکہ عرب میں جھاڑ پھونک کا زیادہ چرچا تھا اسلئے راقٍ سے تعبیر کیا) اور (اُسوقت) وہ (مُردہ) یقین کرلیتا ہے کہ یہ مفارقت (دُنیا) کا وقت ہے اور (شدتِ سکراتِ موت سے) ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جاتی ہے (مُراد اس سے ظہورِ آثارِ سکراتِ موت ہے کچھ تخصیص ساقین کے لپٹ جانے کی نہیں اسکا ذکر تمثیلاً ہے۔ جب یہ حالتیں پیش آتی ہیں تو اے شخص) اس روز تیرے رب کی طرف جانا ہوتا ہے (پس ایسی حالت میں حبِ عاجلہ و ترکِ آخرت کس درجہ نادانی ہے پھر خدا کے پاس پہنچنے کے بعد اگر وہ کافر ہے تو اُس کا بُرا حال ہوگا کیونکہ) اُس نے نہ تو (خدا و رسول کی) تصدیق کی تھی اور نہ نماز پڑھی تھی لیکن (خدا و رسول کی) تکذیب کی تھی اور (احکام سے) منہ موڑا تھا پھر (اس پر طرّہ

یہ کہ داعئ حق سے منہ موڑ کر اس پر افتخار اور) ناز کرتا ہوا اپنے گھر چل دیتا تھا (مطلب یہ کہ اول تو کفر و عصیان پھر اس پر ندامت نہیں بلکہ اور الٹا فخر کرتا تھا کہ جیسے اس طرح حق کو رد کیا اور باطل پر جمے رہے اور پھر اس کے بعد طلب حق نہیں بلکہ اپنے خدم و حشم میں جا کر اور زیادہ مغرور اور غافل ہو جاتا، آگے اس کافر کی بدحالی کا بیان ہے کہ ایسے شخص سے کہا جاویگا کہ) تیری کمبختی پر کمبختی آنے والی ہے پھر (مکرر سن لے کہ) تیری کمبختی پر کمبختی آنے والی ہے (تکریر مفرد سے مقدار کی زیادتی مستفاد ہوئی اور تکریر مجموع سے کیفیت کی زیادتی، اور چونکہ وقوع جزائے مذکور موقوف ہے دو امر پر، ایک انسان کا مکلف ہونا دوسرے اس کا مرکر دوبارہ زندہ ہونا جس کے امکان میں ان کو کلام تھا اسلئے آگے دونوں مضمون ہیں یعنی) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جاوے گا (نہ اس پر احکام عائد کئے جاویں گے اور نہ اس سے حساب کتاب ہوگا بلکہ مکلف ہونا بھی یقینی ہے اور اس پر بازپرس ہونا بھی یقینی، اور یہ جو بعث کو محال سمجھتا ہے یہ بھی اس کی حماقت ہے) کیا یہ شخص (ابتدا میں محض) ایک قطرۂ منی نہ تھا جو (عورت کے رحم میں) ٹپکایا گیا تھا پھر وہ خون کا لوتھڑا ہو گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے (اس کو انسان) بنایا، پھر اعضاء درست کئے پھر اس (انسان) کی دو قسمیں کر دیں مرد اور عورت (اور یہ فالتفسیر ہے تو) کیا وہ (خدا جس نے ابتدا میں اپنی قدرت سے یہ سب کچھ کیا) اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ (قیامت میں) مُردوں کو زندہ کر دے (حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا پہلے پیدا کرنے کی نسبت آسان ہے)

معارف ومسائل

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ یہاں قسم سے پہلے حرف لا زائد ہے۔ جب قسم کسی مخالف کی بات رد کرنے کے لئے کھائی جاتی ہے تو اس کے شروع میں حرف لا اس شخص کے خیال باطل کی نفی کے لئے زائد استعمال ہوتا ہے اور محاورات عرب میں یہ استعمال معروف و مشہور ہے۔ ہماری زبان میں بھی بعض اوقات کسی قابل تاکید مضمون کے بیان سے پہلے کہا جاتا ہے، نہیں آگے اپنا مقصد بیان کیا جاتا ہے۔ اس سورت میں قیامت و آخرت کے منکروں کو تنبیہ اور ان کے شکوک و شبہات کا جواب ہے۔ سورت کو اول قیامت پھر نفس لوامہ کی قسموں سے شروع فرمایا ہے اور جواب قسم بقرینہ مقام محذوف ہے یعنی قیامت ضرور آکر رہے گی۔ قیامت کی قسم تو اس کی عظمت کے اثبات کے لئے مناسب مقام ہونا ظاہر ہے اسی طرح نفس لوامہ کی قسم میں بھی اسکی عظمت اور مقبولیت عند اللہ کا اظہار ہے۔ نفس کے معنے جان یا روح کے معروف ہیں اور لوامہ لوم بفتح اللام سے مشتق ہے جس کے معنے ملامت اور سرزنش کرنے کے ہیں۔ نفس لوامہ سے مراد وہ نفس ہے جو خود اپنے اعمال کا محاسبہ کرکے اپنے آپ کو ملامت کرتا رہے یعنی جو گناہ سرزد ہوا یا عمل واجب میں کوتاہی ہوئی اس پر خود اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے کہ تو نے ایسا کیوں کیا اور اعمال خیر اور حسنات کے متعلق بھی اپنے آپ کو اس پر ملامت کرے کہ اس سے زیادہ نیک کام

کرکے اعلیٰ درجات کیوں نہ حاصل کئے۔ غرض مؤمن کامل اپنے ہر عمل خیر و شر اور حسنات و سیئات میں اپنے آپ کو ہمیشہ ملامت ہی کرتا ہے۔ گناہ یا واجب میں کوتاہی پر ملامت تو ظاہر ہے حسنات اور نیک کاموں میں ملامت کی وجہ یہ ہے کہ اے نفس تو یہ نیکی اس سے زیادہ بھی تو کر سکتا تھا اس زیادتی سے کیوں محروم رہا۔ یہ تفسیر حضرت ابن عباس اور دوسرے ائمۂ تفسیر سے منقول ہے (ابن کثیر وغیرہ) اور اسی مفہوم کیوجہ سے حضرت حسن بصری رحنے نفس لوامہ کی تفسیر نفس مؤمنہ سے کی ہے۔ اور فرمایا کہ واللہ مؤمن تو ہمیشہ ہر حال میں اپنے نفس کو ملامت ہی کرتا ہے۔ سیئات پر تو ظاہر ہی ہے اپنے حسنات اور نیک کاموں میں بھی وہ بمقابلہ شان حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے کمی اور کوتاہی محسوس کرتا ہے کیونکہ حق عبادت کو پورا ادا کرنا تو کسی کے بس میں نہیں اس لئے ادائے حق میں تقصیر اسکے سامنے رہتی ہے اس پر ملامت کرتا ہے۔

نفس لوامہ کی تفسیر حضرت ابن عباس اور حسن بصری وغیرہ کی اس تفسیر پر نفس لوامہ کی قسم کھانا حق تعالیٰ کی طرف سے ایسے نفوس مؤمنہ کے اکرام و شرف کے اظہار کے لئے ہے جو خود اپنے اعمال کا محاسبہ کرکے کوتاہی پر نادم ہوتے اور اپنے کو ملامت کرتے ہیں۔

نفس لوامہ اور مطمئنہ اور نفس لوامہ کی اس تفسیر کے مطابق یہ نفس مطمئنہ کو بھی شامل ہے لوامہ اور مطمئنہ دونوں نفس متقی کے لقب ہیں۔

نفس امارہ، لوامہ، مطمئنہ اور حضرات صوفیائے کرام نے اس میں یہ تفصیل کی ہے کہ نفس اپنی جبلت و فطرت کے اعتبار سے اَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ ہوتا ہے یعنی انسان کو برے کاموں کیطرف بلانے اور اس میں مبتلا کرنے کا داعی ہوتا ہے مگر ایمان اور عمل صالح اور ریاضت و مجاہدہ سے یہ نفس لوامہ بنجاتا ہے کہ برائی اور کوتاہی پر نادم ہونے لگتا ہے مگر برائی سے بالکلیہ انقطاع اسکا نہیں ہوتا۔ آگے عمل صالح میں ترقی اور قرب حق تعالیٰ کے حصول میں کوشش کرتے کرتے جب اسکا یہ حال ہو جائے کہ شریعت اس کی طبیعت بن جائے اور خلاف شرع کام سے طبعی نفرت بھی ہونے لگے تو اس نفس کا لقب مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم

آگے منکرین قیامت کے اس عامیانہ شبہ کا جواب ہے کہ مرنے کے بعد جب انسان مٹی ہو گیا اس کی ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہو کر منتشر ہو گئیں ان کو دوبارہ کیسے جمع کرکے زندہ کیا جائے گا۔ جس کے جواب میں فرمایا بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓي اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ، جس کا حاصل یہ ہے کہ تمھیں تو اس پر تعجب ہے کہ میت کے ذرات منتشرہ اور بوسیدہ ہڈیوں کو جمع کیسے کیا جاویگا اور ان میں دوبارہ حیات کیسے ڈالی جاوے گی۔ حالانکہ یہ بات پہلے ایک مرتبہ مشاہدہ میں آچکی ہے کہ ہر انسان کا وجود جو دنیا میں پلتا اور بڑھتا ہے وہ دنیا بھر کے مختلف ملکوں خطوں کے اجزاء اور ذرات کا مرکب ہوتا ہے تو جس ذات قادر نے پہلی مرتبہ ساری دنیا میں بکھرے ہوئے ذرات کو ایک انسان کے وجود میں جمع کر دیا تھا اب دوبارہ جمع کر لینا اسکے لئے کیوں مشکل ہوگا، اور جس طرح پہلے اس کے ڈھانچے میں روح ڈال کر زندہ کیا تھا دوبارہ ایسا کرنے

میں کیا حیرت کی بات ہے۔

حشر اجساد میں قدرت حق تعالیٰ کا عجیب و غریب عمل

غور اس پر کرو کہ ایک انسان جس ہیئت و جسامت اور شکل و صورت پر پہلے پیدا کیا گیا تھا قدرتِ حق دوبارہ بھی اس کے وجود میں انہی ساری چیزوں کو بغیر کسی ادنیٰ فرق کے جمع کر دے گی حالانکہ یہ اربوں پدموں انسان ابتدائے دُنیا سے قیامت تک پیدا ہوتے اور فنا ہوتے رہے کس کی مجال ہے کہ ان سب کی شکلوں صورتوں اور قد و قامت کی کیفیتوں کو الگ الگ یاد بھی رکھ سکے اُس جیسا دوبارہ بنانا تو بڑا کام ہے مگر حق تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ ہم صرف اسی پر قادر نہیں ہیں کہ میت کے سارے بڑے بڑے اجزا و اعضاء کو دوبارہ اسی طرح بنا دیں بلکہ انسانی وجود کی چھوٹی سے چھوٹی چیز کو بھی ہم ٹھیک اُسی طرح کر دیں گے جس طرح وہ پہلے تھی اس میں بنان یعنی انگلیوں کے پوروں کا خاص ذکر فرمایا کہ وہ سب سے چھوٹے اجزاء ہیں۔ جب ان چھوٹے اجزاء کی دوبارہ ساخت میں فرق نہیں آیا تو بڑے بڑے اعضاء ہاتھ پاؤں وغیرہ میں تو کیا فرق ہوتا۔

اور اگر غور کیا جائے تو شاید بنان یعنی انگلیوں کے پوروں کی تخصیص میں اس کی طرف بھی اشارہ ہو کہ حق تعالیٰ نے ایک انسان کو دوسرے انسان سے ممتاز کرنے کے لئے اُس کے سارے ہی بدن میں ایسی خصوصیات رکھی ہیں جن سے وہ پہچانا جاتا ہے اور ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے خصوصاً انسانی چہرہ جو چند انچ مربع سے زائد نہیں، اسکے اندر قدرت حق نے ایسے امتیازات رکھے ہیں کہ اربوں پدموں انسانوں میں ایک کا چہرہ بالکل دوسرے کے ساتھ ایسا نہیں ملتا کہ امتیاز باقی نہ رہے۔ انسان کی زبان اور حلقوم بالکل ایک ہی طرح ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے ایسی ممتاز ہے کہ بچے بوڑھے عورت مرد کی آوازیں الگ پہچانی جاتی ہیں اور ہر انسان کی آواز الگ الگ پہچانی جاتی ہے، اُس سے بھی زیادہ حیرت انگیز انسان کے انگوٹھے اور انگلیوں کے پوروے ہیں کہ اُن کے اوپر جو نقش و نگار خطوط کے جال کی صورتیں قدرت نے بنائے ہیں وہ کبھی ایک انسان کے دوسرے انسان کے ساتھ نہیں ملتے، صرف آدھ انچ کی جگہ میں ایسے امتیازات کہ اربوں انسانوں میں یہ پوروے مشترک ہونے کے باوجود ایک کے خطوط دوسرے سے نہیں ملتے۔ اور قدیم و جدید ہر زمانے میں نشان انگوٹھہ کو ایک امتیازی چیز قرار دیکر عدالتی فیصلے اُس پر ہوتے ہیں، اور فنی تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ بات صرف انگوٹھے ہی میں نہیں ہر انگلی کے پوروے کے خطوط بھی اسی طرح ممتاز ہوتے ہیں۔

یہ سمجھ لینے کے بعد پوروں کے بیان کی تخصیص خود بخود سمجھ میں آجاتی ہے اور مطلب یہ ہے کہ تمہیں تو اسی پر تعجب ہے کہ یہ انسان دوبارہ کیسے زندہ ہو گیا ذرا اس سے آگے سوچو اور غور کرو کہ صرف زندہ ہی نہیں ہو گیا بلکہ اپنی سابقہ شکل و صورت اور اسکے ہر امتیازی وصف کیساتھ زندہ ہوا ہے یہاں تک کہ انگوٹھے اور انگلیوں کے پوروں کے خطوط پہلی پیدائش میں جس طرح تھے اس نشأتِ ثانیہ میں بھی بالکل وہی ہونگے

فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ ، لفظ امام بفتح الہمزہ سامنے اور مستقبل کے معنے میں ہے اسلئے معنے آیت کے یہ ہوگئے کہ کافر اور غافل انسان اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے ان مشاہدات میں غور نہیں کرتا کہ ماضی کے انکار پر نادم ہو کر اپنے مستقبل کو درست کرلے بلکہ مستقبل میں بھی وہ یہی چاہتا رہتا ہے کہ اپنے کفر و شرک اور انکار و تکذیب پر جما رہے۔

فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ‎○‎ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ‎○‎ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ، یہ قیامت کے حالات کا بیان ہے برق بفتح الباء و کسر راء کے معنے آنکھ خیرہ ہو گئی کہ دیکھ نہ سکی۔ قیامت کے روز سب کی نگاہیں خیرہ ہو جائیں گی، نگاہ جماکر کسی چیز کو نہ دیکھ سکیں گی۔ خسف القمر خسوف سے مشتق ہے جس کے معنے روشنی ختم ہو کر تاریکی ہو جانے کے ہیں۔ معنے یہ ہیں کہ چاند بے نُور ہو جائے گا۔ آگے وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ میں یہ بتلایا کہ صرف چاند ہی بے نور نہیں ہوگا بلکہ آفتاب بھی بے نور ہو جائے گا جس کے متعلق دُنیا کے فلاسفہ کا یہ کہنا ہے کہ اصل روشنی آفتاب میں ہے۔ چاند کی روشنی بھی آفتاب کی شعاعوں سے مستفاد ہے۔ حق تعالےٰ نے فرمایا کہ قیامت کے روز یہ چاند اور سورج دونوں ایک ہی حال میں جمع کر دیئے جاویں گے کہ دونوں بے نور ہونگے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ چاند سُورج کے جمع ہو جانیکا مطلب یہ ہے کہ اُس روز چاند اور سورج دونوں ایک ہی مطلع سے طلوع ہونگے جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے واللہ اعلم

يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ، یعنی اُس روز انسان کو جتلا دیا جائیگا کہ اُس نے کیا آگے بھیجا کیا پیچھے چھوڑا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ جو نیک کام اپنی موت سے پہلے کر لیا وہ آگے بھیج دیا، اور جو نیک یا بد مفید یا مضر کوئی طریقہ کوئی رسم ایسی چھوڑی کہ اسکے بعد لوگ اس پر عمل کریں وہ پیچھے چھوڑا (اسکا ثواب یا عذاب اس کو ملتا رہے گا) اور حضرت قتادہ نے فرمایا کہ مَا قَدَّمَ سے مراد وہ عمل صالح ہے جو اپنی زندگی میں کر گزرا اور مَا أَخَّرَ سے مراد وہ عمل صالح ہے جس کو کر سکتا تھا مگر نہ کیا اور فرصت ضائع کر دی۔

بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ‎○‎ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ ، بصیر اور بصیرۃ کے معنے دیکھنے والے کے بھی آتے ہیں اور بصیرۃ کے معنے حجت کے بھی آتے ہیں جیسے قرآن کریم میں ہے قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ، اسمیں بصائر بصیرۃ کی جمع ہے اور معنے اسکے حجت کے ہیں، اور معاذیر معذار بمعنے عذر کی جمع ہے۔ معنے آیت کے یہ ہیں کہ اگرچہ عدالت کے ضابطہ کی رُو سے انسان کے سارے اعمال محشر میں اس کو ایک ایک کر کے بتلائے جاویں گے مگر درحقیقت اس کو اس کی ضرورت نہیں، کیونکہ وہ اپنے اعمال کو خوب جانتا ہے خود اس کو معلوم ہے کہ اس نے کیا کیا کام کئے۔ نیز یہ کہ محشر میں تمام اپنے اعمال

نیک و بد کا مشاہدہ بھی اُس کے سامنے ہو جائے گا جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا یعنی جو عمل انھوں نے دُنیا میں کیا تھا اُس کو محشر میں حاضر و موجود پائیں گے اور آنکھوں سے دیکھ لیں گے یہاں جو انسان کو اپنے نفس پر بصیرہ فرمایا اسکا یہی حاصل ہے۔

اور اگر بصیرہ کے معنے حجت کے لئے جاویں تو معنے یہ ہیں کہ انسان خود اپنے نفس پر حجت و دلیل ہوگا وہ انکار بھی کریگا تو اسکے اعضاء اقرار کریں گے مگر انسان اپنے جرائم و تقصیرات کو جاننے کے باوجود عذر تراشی نہ چھوڑیگا اپنے کئے کا عذر بیان کرتا ہی رہے گا یہ معنے ہیں وَلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ کے۔

یہاں تک قیامت کے احوال اور اہوال کا تذکرہ تھا اور آگے بھی یہی آنے والا ہے۔ درمیان میں چار آیتوں کے اندر رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص ہدایت دی گئی ہے جو نزولِ وحی کے وقت نازل شدہ آیات کے متعلق ہے وہ یہ کہ جب جبرئیل امین قرآن کریم کی کچھ آیات لیکر نازل ہوتے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن کے پڑھنے کے وقت ایک تو یہ فکر ہوتی تھی کہ کہیں اس کے سُننے اور پھر اسکے مطابق پڑھنے میں کوئی فرق نہ آجائے۔ دوسری فکر یہ ہوتی تھی کہ کہیں اسکا کوئی حصہ کوئی کلمہ ذہن سے نکل جائے اور بھُول جائیں اس لئے آپکو جس وقت جبرئیل امین کوئی آیت سُناتے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ساتھ ساتھ پڑھتے اور زبان کو جلدی جلدی حرکت دینے لگتے تھے کہ بار بار پڑھ کر اس کو یاد کرلیں، آپ کی اس محنت و مشقت کو دُور کرنے کے لئے ان چار آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کے صحیح صحیح پڑھوانے پھر یاد کرا دینے اور پھر اس کو مسلمانوں کے سامنے اُسی طرح پیش کرا دینے کی ذمہ داری خود لے لی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرما دیا کہ آپ اس غرض کے لئے زبان کو جلدی جلدی حرکت دینے کی زحمت نہ اُٹھائیں۔ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ کا یہی مطلب ہے پھر فرمایا اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ، یعنی ان تمام آیات کو آپکے قلب میں جمع کر دینا پھر اُس کو اُسی طرح آپ سے پڑھوا دینا یہ سب ہمارے ذمہ ہے اس لئے آپ اس کی فکر چھوڑ دیں اور فرمایا فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ، قرآن اس جگہ بمعنے قرات ہے معنے یہ ہیں کہ جب ہم یعنی ہماری طرف سے جبرئیل امین قرآن پڑھیں تو آپ ساتھ ساتھ نہ پڑھا کریں بلکہ ہمارے پڑھنے کے بعد پڑھا کریں اور اسوقت خاموش ہو کر سُنا کریں۔ یہاں باتفاق ائمہ اتباع قرآن سے مراد یہ ہے کہ جب جبرئیل امین پڑھیں تو آپ خاموش رہ کر سُنیں۔

امام کے پیچھے مقتدی کے قرات نہ کرنے کی ایک دلیل

حدیث صحیح میں جو یہ آیا ہے کہ امام کو اقتداء اور اتباع ہی کے لئے بنایا گیا ہے اسلئے مقتدیوں کو اسکا اتباع کرنا چاہیئے جب وہ رکوع کرے تو سب مقتدی رکوع کرلیں جب وہ سجدہ میں جائے تو سب سجدہ میں جائیں۔ صحیح مسلم کی روایت میں اسی کیساتھ یہ بھی ارشاد ہے کہ جب امام قرات کرے تو تم خاموش رہ کر سنو اذا قرأ فانصتوا، یہ بھی اسکا بیان ہے کہ مقصود امام کا اتباع ہے رکوع سجدے میں تو اتباع امام کی صورت یہ ہے کہ اُس کے ساتھ ساتھ وہ

افعال رکوع سجدے کے ادا کئے جاویں مگر قرات کا اتباع یہ نہیں کہ ساتھ ساتھ پڑھا جائے بلکہ قرات کا اتباع یہی ہے کہ جب امام قرات کرے تو تم خاموش رہ کر سُنو۔ یہی استدلال ہے امام اعظم ابو حنیفہ اور بعض دوسرے ائمہ کا اس معاملے میں کہ امام کے پیچھے مقتدی کو قرات نہیں کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم

آخر میں فرمایا ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ، اسکا مطلب یہ ہے کہ آپ یہ فکر بھی اپنے اوپر نہ رکھیں کہ نازل شدہ آیات کا صحیح مفہوم اور مراد کیا ہے اسکا بتلانا سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے ہم قرآن کے ہر ہر لفظ اور اُس کی مُراد کو آپ پر واضح کر دیں گے۔ ان چار آیتوں میں قرآن اور اُس کی تلاوت وغیرہ کے متعلق احکام بیان کرنے کے بعد آگے پھر قیامت کے احوال و اہوال ہی کا بقیہ تذکرہ آتا ہے۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان چار آیتوں کا اگلی پچھلی آیتوں سے ربط اور جوڑ کیا ہے۔ خلاصہ تفسیر مذکور میں اسکا ربط یہ بیان کیا گیا ہے کہ چار آیتوں سے پہلے جو قیامت کے حالات میں اسکا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اتنا وسیع ہے کہ ایک ایک انسان کو جس کیفیت جس شکل و صورت میں وہ پہلے تھا اُسی میں دوبارہ پیدا فرما دیں گے یہاں تک کہ اُس کی انگلیوں کے پوروں کو اور اُن پر بنے ہوئے امتیازی خطوط و نشانات کو بھی بالکل پہلے جیسا بنا دینگے اُس میں سرِ مو فرق نہ ہوگا یہ جبھی ہو سکتا ہے کہ ذات حق تعالےٰ کا علم بھی بے انتہا ہے اور اسکا احصار اور محفوظ رکھنا بھی بے مثال ہے۔ اس کی مناسبت سے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان چار آیتوں میں یہ تسلی دی گئی کہ آپ تو بھُول بھی سکتے ہیں نقل میں غلطی کا بھی امکان ہو سکتا ہے مگر حق تعالیٰ ان سب سے بالا و برتر ہیں ان چیزوں کی ذمہ داری خود حق تعالےٰ نے اپنے ذمہ لے لی ہے اس لئے آپ قرآن کے کلمات کو محفوظ رکھنے یا اُن کے معانی سمجھنے میں غور کرنے کی زحمت چھوڑ دیں، یہ سب کام حق تعالیٰ خود انجام دیں گے۔ آگے پھر قیامت کے حالات کا بیان ہے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝، ناضرہ بمعنے تروتازہ یعنی اُس روز کچھ چہرے ہشاش بشاش تروتازہ ہونگے اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ، یعنی یہ چہرے اپنے رب کو دیکھ رہے ہونگے، اس سے ثابت ہوا کہ آخرت میں اہل جنت کو حق تعالیٰ کا دیدار بچشم سر نصیب ہوگا اس پر اہل سنت والجماعت اور سب علماء و فقہاء کا اجماع ہے، صرف معتزلہ اور خوارج منکر ہیں۔ وجہ انکار کی فلسفیانہ شبہات ہیں کہ آنکھ سے دیکھنے کے لئے دیکھنے والے اور جس کو دیکھا جائے اور ان دونوں کے درمیان مسافت کے لئے جو شرائط ہیں خالق و مخلوق کے درمیان اُن کا تحقق نہیں ہو سکتا۔ اہل سُنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ آخرت میں حق تعالیٰ کی رویت و زیارت ان سب شرائط سے بے نیاز ہوگی نہ کسی جہت اور سمت سے اسکا تعلق ہوگا نہ کسی خاص شکل و صورت اور ہیئت سے۔ روایات حدیث سے یہ مضمون اور بھی زیادہ وضاحت سے ثابت ہے البتہ اس رویت و زیارت میں اہل جنت کے مختلف درجات ہونگے، بعض کو یہ زیارت ہفتہ وار جمعہ کو حاصل ہوگی بعض کو روزانہ صبح شام اور بعض کے لئے یہ ہر وقت ہر حال میں رہے گی (مظہری)

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ۝ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ

اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ ۝ سابقہ آیات میں قیامت کے حساب کتاب اور اہلِ جنت و دوزخ کا کچھ حال بیان فرمانے کے بعد اس آیت میں انسان کو متوجہ کیا گیا کہ اپنی موت کو نہ بھولے موت سے پہلے پہلے ایمان اور عمل صالح کی طرف آجائے تاکہ آخرت میں نجات ملے۔ آیت مذکورہ میں موت کا نقشہ اس طرح کھینچا گیا کہ غفلت شعار انسان بھول میں رہتا ہے یہاں تک کہ موت سر پر آ کھڑی ہو اور روح تراقی یعنی گلے کی ہنسلی میں آ پھنسے اور تیماردار لوگ دوا و علاج سے عاجز ہو کر جھاڑ پھونک کرنے والوں کو تلاش کرنے لگیں اور ایک پاؤں کی پنڈلی دوسری پر لپٹنے لگے تو یہ وقت اللہ کے پاس جانیکا آگیا۔ اب نہ توبہ قبول ہوتی ہے نہ کوئی عمل اسلئے عقلمند پر لازم ہے کہ اس وقت سے پہلے اصلاح کی فکر کرے وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ میں لفظ ساق کے مشہور معنے پاؤں کی پنڈلی کے ہیں اور پنڈلی کے ایک دوسرے پر لپٹنے کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت اضطراب اور بے چینی سے ایک پنڈلی دوسری پر مارتا ہے اور یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ اسوقت اگر ایک پاؤں دوسرے پر رکھا ہوا ہے اور اسکو حرکت دیکر ہٹانا چاہتا ہے تو وہ اسکی قدرت میں نہیں ہوتا (کما قال الشعبی والحسن)

اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ یہاں دو ساقوں سے مراد دو عالم دنیا و آخرت کے ہیں اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ اسوقت دنیا کا آخری دن اور آخرت کا پہلا دن جمع ہوا ہے اسلئے دوہری مصیبت میں گرفتار ہے دنیا سے جدائی کا غم اور آخرت کے معاملے کی فکر۔ واللہ اعلم

اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى، لفظ اَوْلٰى وَيْل کا مقلوب ہے۔ ویل کے معنے ہلاکت اور بربادی ہیں یہاں اُس شخص کے لئے جس نے کفر و تکذیب ہی کو اپنا شعار بنائے رکھا اور دنیا کے مال و دولت میں مست رہا پھر اسی حال پر مر گیا اسکے لئے چار مرتبہ لفظ ہلاکت و بربادی استعمال کیا گیا کہ مرنیکے وقت پھر مرنے کے بعد قبر میں پھر حشر و نشر کے وقت پھر جہنم میں داخلے کے وقت یہ مصیبت و بربادی تیرا حصّہ ہے۔

اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى، یعنی کیا وہ ذاتِ حق جس کے قبضۂ قدرت میں موت و حیات اور سارا جہان ہے کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کر دے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورۂ قیامہ کی اس آیت کی تلاوت کرے تو اُس کو یہ کلمات کہنا چاہیے بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ۔ یعنی بلاشبہ وہ اس پر قادر ہے اور میں بھی ان لوگوں میں داخل ہوں جو اس کی گواہی دیتے ہیں۔ اس حدیث میں یہی الفاظ سورۂ والتین کی آخری آیت اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ پڑھنے کے وقت بھی کہنے کی تعلیم دی گئی ہے اور اسی حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ جو شخص سورۂ مرسلٰت کی اس آیت پر پہنچے فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ تو اس کو اٰمنّا باللہ کہنا چاہیے۔

تمت سورۃ القیٰمۃ بحمد اللہ ۲۷ رجب سنہ ۱۳۹۱ھ

سُوْرَةُ الدَّهْرِ

سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ دہر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اکتیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝۱

کبھی گزرا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں کہ نہ تھا وہ کوئی چیز جو زبان پر آتی

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا

ہم نے بنایا آدمی کو ایک دورنگی بوند سے ہم پلٹتے رہے اسکو پھر کر دیا اسکو سننے

بَصِيْرًا ۝۲ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝۳ اِنَّآ

والا دیکھنے والا ہم نے اسکو سجھائی راہ یا حق مانتا ہے اور یا ناشکری کرتا ہے ہم نے

اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۝۴ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ

تیار کر رکھی ہیں منکروں کے واسطے زنجیریں اور طوق اور آگ دہکتی البتہ نیک لوگ پیتے ہیں

مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝۵ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ

پیالہ جس کی ملونی ہے کافور ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہیں بندے اللہ کے

يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝۶ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ

چلاتے ہیں وہ اُس کی نالیاں پورا کرتے ہیں منت کو اور ڈرتے ہیں اُس دن سے کہ اس کی بُرائی

مُسْتَطِيْرًا ۝۷ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا

پھیل پڑے گی اور کھلاتے ہیں کھانا اُس کی محبت پر محتاج کو اور یتیم کو

وَّاَسِيْرًا ۝۸ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ

اور قیدی کو ہم جو تم کو کھلاتے ہیں سو خالص اللہ کی خوشی چاہنے کو نہ تم سے ہم چاہیں بدلہ اور